ہرے رنگ کی مخروطی ٹوپیاں اور سفیدکنارے کی ٹوکریاں ہر موسم میں دیوانوں کو پہنچنے کو بے چین کر دیتی ہیں

(ادارتی نوٹ)

ہر سال جب پہلی مخروطی ٹوپی ہوا میں اچھالی جاتی ہے تو کنارے کی ٹوکری میں پہلا پھل رکھا جاتا ہے اور ایک ہی لمحے میں ہزاروں دیوانے اپنے اپنے ٹھکانوں سے نکل کر اس سفر پر روانہ ہو جاتے ہیں جو کسی نقشے پر درج نہیں مگر ہر دیوانے کے دل میں ازبر ہوتا ہے۔ یہ سفر کوہِ سبزہ کے دامن میں واقع قصبہ ریشمگاہ سے شروع ہوتا ہے جہاں سفیدکنارے کے درخت اس موسم میں اتنے پھول دیتے ہیں کہ ہوا میں شہد کی مٹھاس گھل جاتی ہے۔ مقامی روایت کے مطابق پہلی ٹوپی ایک بوڑھے باغبان نے بنائی تھی تاکہ اس کے پوتے کی بارات میں دیر نہ ہو۔ وہ بارات کبھی نہیں پہنچی، لیکن ٹوپی اور ٹوکری باقی رہ گئیں اور اگلے برس کچھ اور لوگ اسی راستے پر چل پڑے۔

ریشمگاہ کے بازار میں آج بھی ٹوپی بنانے کا کام وہی خاندان کرتا ہے جو پچھلی نسل میں درزی تھا۔ ان کی دکان کا بورڈ اب بھی ہاتھ سے لکھا گیا ہے اور اندر کی میز پر ہر عمر کے لوگ بیٹھے ہیں۔ ٹوپی کا ڈھانچہ گتے کا ہوتا ہے جسے ململ سے ڈھکا جاتا ہے اور پھر اس پر سفید کنارے کی کشیدہ پٹی سی جاتی ہے۔ ایک کاریگر کے مطابق ٹوپی کا توازن اتنا نازک ہے کہ اگر سوئی ایک انچ بھی ٹیڑھی لگے تو پہننے والا اسے اتار کر دوبارہ سیدھا کرتا ہے۔ یہ صبر اس سفر کا پہلا سبق ہے جو ٹوپی پہننے والے کو سیکھنا پڑتا ہے۔

ٹوکری کا قصہ الگ ہے۔ سفید کنارے کی ٹہنیاں خشک ہو کر لچکدار ہو جاتی ہیں اور ان سے بانس کی طرح ٹوکری بُنی جاتی ہے۔ ایک ٹوکری میں عموماً سات پھل رکھے جاتے ہیں، جو روایتاً سات دنوں کی مسافت کی علامت ہیں۔ ریشمگاہ کے باغات میں یہ پھل اب بھی درختوں سے توڑے جاتے ہیں اور کسی دکان میں نہیں ملتے۔ جو شخص ٹوکری لے کر چلتا ہے وہ اسے راستے میں کسی اور مسافر کو دے دیتا ہے اور خود خالی ہاتھ واپس آتا ہے تاکہ اگلے برس نئی ٹوکری بُنی جا سکے۔ یہ لین دین پورے سفر میں بغیر کسی رقم کے چلتا رہتا ہے۔

سفر کا پہلا پڑاؤ تین دن کا ہے اور یہاں ہر مسافر کو ایک کاپی ملتی ہے جس میں وہ اپنا نام، شہر اور پہنچنے کی تاریخ لکھتا ہے۔ یہ کاپی بعد میں کسی اور مسافر کے ہاتھ لگ جاتی ہے اور یوں ایک نامکمل فہرست بنتی جاتی ہے جو اب تک ساتویں صفحے تک پہنچی ہے۔ بزرگ بتاتے ہیں کہ پہلے صفحے پر درج نام اب کسی زندہ شخص کا نہیں، مگر آخری صفحے پر درج نام ابھی تازہ ہے۔ یہ فہرست کسی دفتر میں نہیں رکھی جاتی، بلکہ ریشمگاہ کی مسجد کے صحن میں ایک لکڑی کے صندوق میں پڑی رہتی ہے اور ہر جمعرات کو اس پر نئی تاریخ لکھی جاتی ہے۔

ٹوپی پہننے کا ایک اور قاعدہ بھی ہے جو کم لوگ جانتے ہیں۔ ٹوپی کا کنارہ آگے سے اتنا جھکا ہوتا ہے کہ سامنے کا راستہ آدھا چھپ جائے، اور یہی وجہ ہے کہ راستے میں ایک دوسرے کو پہچاننے کا طریقہ نگاہ نہیں، جھکا ہوا کنارہ ہے۔ دو مسافر آمنے سامنے آئیں تو ٹوپی کی ایک ہلکی سی جنبش سلام ہے۔ یہ اشارہ اتنا مشہور ہو چکا ہے کہ ریشمگاہ کے بازار میں دکاندار بھی گاہک کو اسی طرح سلام کرتے ہیں۔ ایک بزرگ نے کہا کہ یہ اشارہ ٹوپی سے پہلے بھی تھا، ٹوپی تو بعد میں آئی تاکہ جو پہلے سے جانتا تھا وہ یاد رکھے۔

سفر کا اختتام کوہِ سبزہ کی چوٹی پر ایک چھوٹے سے مزار پر ہوتا ہے جہاں پہلی ٹوپی اور پہلی ٹوکری رکھی گئی تھی۔ وہاں پہنچنے والے کو کچھ دیر بیٹھنے کی اجازت ہے اور وہی لمحہ وہ ہے جس کے لیے سب چلتے ہیں۔ واپسی پر ٹوپی اتار کر ٹوکری میں رکھ دی جاتی ہے اور مسافر خالی ہاتھ گھر لوٹتا ہے۔ ریشمگاہ کے بزرگ کہتے ہیں کہ جو شخص دوسری بار آتا ہے وہ پہلی بار سے کم بولتا ہے اور زیادہ دیکھتا ہے۔ شاید یہی سفر کا اصل حاصل ہو، منزل نہیں، بلکہ منزل کو دیکھنے والی آنکھ۔

(اداریہ)

ریشمگاہ کی مخروطی ٹوپی اور سفیدکنارے کی ٹوکری کا سفر ہر موسم میں دیوانوں کو کیوں کھینچ لاتا ہے

ریشمگاہ، نشیبی پتھریلی ڈھلوان پر واقع وہ قصبہ ہے جہاں ہر سال ستمبر کی پہلی جمعرات کو ایک مخروطی ٹوپی ہوا میں اچھالی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی سفیدکنارے کی ٹوکری میں پہلا پھل رکھا جاتا ہے۔ یہ رسم کسی مذہبی حکم کی نہیں، مگر اس قصبے کے ہر گھر میں اتنی پابندی سے ادا ہوتی ہے کہ باہر سے آنے والے اسے رسم سمجھتے ہیں اور اندر کے لوگ اسے وعدہ کہتے ہیں۔ ٹوپی کا رنگ ہرا ہے اور کنارے پر کشیدہ کی ایک پتلی پٹی سی جاتی ہے جس پر ہر سفر کا نام درج ہوتا ہے۔ ٹوکری میں سات پھل رکھے جاتے ہیں، اور ہر پھل ایک دن کی مسافت کا نشان ہے۔

سفر کا آغاز کوہِ سبزہ کے دامن میں واقع قصبہ ریشمگاہ سے ہوتا ہے جہاں سفیدکنارے کے درخت اس موسم میں اتنے پھول دیتے ہیں کہ ہوا میں شہد کی مٹھاس گھل جاتی ہے۔ مقامی روایت کے مطابق پہلی ٹوپی ایک بوڑھے باغبان نے بنائی تھی تاکہ اس کے پوتے کی بارات میں دیر نہ ہو۔ وہ بارات کبھی نہیں پہنچی، لیکن ٹوپی اور ٹوکری باقی رہ گئیں اور اگلے برس کچھ اور لوگ اسی راستے پر چل پڑے۔ یہ سفر کسی دفتر میں نہیں رکھا جاتا